بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تربیت سالک

از سید عبدالحفیظ شاہ

وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات و بشر الصابرین ﴿۲:۱۵۵﴾ الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ﴿۲:۱۵۶﴾ أولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمة و اولئک ھم المھتدون ﴿۲:۱۵۷﴾

آیات مزکورہ بالا ایک تربیتی انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ انسانِ کامل یا جو شخص کمال کی طرف بڑھ رہا ہو اس کیلئے سبق رکھتی ہے۔ باری تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ’’ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف سے اور بھوک سے اور کچھ اموال اور جانوں میں نقصان اور پھلوں کی کمی سے‘‘ لمحہ فکر یہ ہے کہ رب تعالےٰ بندے کو آزمانے کی دعوت دیتے ہیں اور اس پر یہ کہنا ’’اگر اس عمل کے دوران صبر کیا تو بشارت ہے ان صبر کرنے والوں کے لئے جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر رب کی عطائیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ فلاح پائیں گے۔‘‘

سوال یہ ہے رب تعالیٰ عالم الغیب ہیں اور قلوب کے حالات سے ہمہ وقت باخبر ہیں۔ ماضی حال مستقبل سب ان کے سامنے ہے، پھر امتحان کیسا؟ امتحان و آزمائش تو وہ کرتا ہے جس کو صلاحیت کا علم نہ ہو۔ دراصل اس آیت کے مضمرات یہ ہیں کہ جو قبل از آزمائش تکالیف ونقصان پر صبر کے دعویدار بنتے ہیں یا سمجھتے ہیں تو رب تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اس منزل سے گزرے اور دورانِ عمل وہ خود جان جائے کہ میرے

دعووں کی کیا اصلیت ہے۔ حقیقت تو یہ کہ بندہ عاجز، بے صبرا، جاہل اور جلد باز ہے۔ اگر وہ اس دوران صبر اور استقامت صرف توفیقِ الٰہی اور اس کی کرم نوازی سمجھے اور اپنے آپ کو حقیر اور ناچیز سمجھتے ہوئے ان حالات میں بجائے صبر کے شکر کرے کہ:

'اے رب میں اگرچہ اس امتحان کے لائق نہ تھا۔ تو نے اپنی کمال عنایت اور مہربانیوں سے مجھے چن لیا جس کا میں بے حد شکر گزار ہوں۔''

صبر تو بے بسی میں کرنا ہی پڑتا ہے۔ اگر صبر کیلئے بندہ ہمہ وقت تیار رہے تو بے بسی جیسی کیفیت اور اس میں ایک شکایت کا پہلو رکھنے سے بچ جاتا ہے اور اس کا رخ شکر کی طرف بدلتے ہی انسان کامل کی تعریف میں آجاتا ہے۔ حالات وواقعات نہ ہی کسی کی گرفت میں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ ہم کسی حادثہ زندگی کو حادثہ اس لیے سمجھتے ہیں کہ وہ اچانک وقوع پذیر ہوا جس کا ہمیں علم نہیں ہوتا لیکن رب تعالیٰ کے انتظامات کی ایک کڑی ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو مذکورہ بالا آیات کی تشریح وتفسیر کے دوران ثابت قدمی سے منزل کی طرف یقین کے ساتھ آگے بڑھے اور اپنی حاصل کی ہوئی توانائیاں رب تعالےٰ کے حضور پیش کر کے بصد شکر التجا کریں کہ:

'اے مولا اس عمل کے دوران جو بھی لغزش دانستہ یا نادانستہ ہوئی مجھے معاف فرما دے اور میری دعاؤں کو درجہ قبولیت عطا فرما، میری رہنمائی فرما اور بمصداق:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بارے الہٰ! تمنا ہے کہ پائے استقلال میں لغزش سے بچا اور وہ تمام اسرار جو میری صلاحیت اور بہتری کیلئے تو سمجھتا ہے عطا فرما۔ جو کچھ تو نے عطا فرمایا ہے میں جانتا ہوں اور سمجھتا ہوں میری بساط سے کہیں زیادہ ہے۔ چونکہ شیطان ازلی دشمن ہے، میں بے بس اور لاچار ہوں، اس کے مکر

اور وسواس جو وہ دلوں میں ڈالتا ہے، اس سے مجھے پناہ دے تا کہ میں تیرے شکرگزار بندوں کی صف میں شامل ہو کر باقی ماندہ زندگی تبلیغ و اشاعتِ دین کے کاموں میں گزار دوں۔ (آمین)‘

پس اے عزیز!

غور کرو، فکر کرو، اور سمجھو۔ شکر کرنے کیلیئے کس طرح رب تعالیٰ تسلی دیتے ہیں کہ: لا یکلف اللہ نفس الا وسعھا میں کسی کی وسعتِ نفس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ قربان جایئے اس تسلی اور دلاسے کے! یہ نہ صرف اشک شوئی ہے بلکہ یقینِ محکم رکھنے والوں کے لئے مژدہ ہے۔

☆☆☆

’’جب کوئی شخص اپنی خواہشات پر قابو پالیتا ہے تو اس کا کھانا پینا عبادت بن جاتا ہے۔‘‘

(حضرت داتا گنج بخشؒ)